تحقیق وتنقید

علامہ برہان الدین بقاعیؒ کی تفسیر نظم الدُّرر میں ربطِ آیات کا مطالعہ

ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی

قرآن کریم میں نظم ومناسبت علوم القرآن کا ایک اہم موضوع ہے۔ مفسرین کرام کی ایک قابل لحاظ تعداد اس کی قائل رہی ہے، جب کہ بعض مفسرین اس کا انکار کرتے ہیں اور قرآن میں نظم ومناسبت کی تلاش کو کارِ عبث قرار دیتے ہیں۔ علامہ بقاعیؒ کا تعلق مفسرین کے پہلے گروہ سے ہے۔ ان کی تفسیر نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، جو پہلے حیدرآباد، پھر قاہرہ سے ۲۲ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اس موضوع کی نمائندہ تفسیر ہے۔

قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کے درمیان نظم ومناسبت اور ربط تلاش کرنا اور ان سے مختلف معانی اور حکمتیں مستنبط کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن بسا اوقات اس معاملے میں بے جا تکلّف سے کام لیا جاتا ہے اور ایسی ایسی مناسبتیں بیان کی جاتی ہیں، جیسی باہم متناقض چیزوں کے درمیان بھی تلاش کی جاسکتی ہیں۔ مذکورہ تفسیر میں بھی ایسی مثالیں کثرت سے ہیں۔ ربط ومناسبت کے ذیل میں جو نکات بیان کیے جاتے ہیں ان کی حیثیت بعض اوقات لطائف کی سی معلوم ہوتی ہے۔ ان پر فہم قرآن کو موقوف نہیں قرار دیا جاسکتا، کہ دعویٰ کیا جائے کہ جو شخص قرآن میں ربط ومناسبت کا قائل یا اس سے واقف نہیں ہے، وہ قرآن کے ایک حصے سے محروم ہے۔

بہر حال اس مضمون میں تفسیر 'نظم الدرر' کا ایک اچھا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کے سوانح اور حالات پر مضمون نگار کا ایک اور مضمون سہ ماہی تحقیقات اسلامی، اپریل-جون ۲۰۱۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

علم مناسبت اور ربطِ آیات

نظم الدُّرر کا اصل امتیاز سورتوں اور آیات کے درمیان ربط کی تلاش ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس پر مصنف نے بھرپور توجہ دی ہے۔ مصنف نے اس سلسلہ میں نظم کے اصول بھی بیان کیے ہیں اور انھیں اپنی تفسیر میں برتا بھی ہے۔

فاضل مصنف کے مطابق علم مناسبت قرآن کا ایک اہم علم ہے جس سے ترتیب کی باریکیاں اور حکمتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ اس علم کا بنیادی موضوع شیٔ مطلوب کے اجزاء کی ترتیبی مناسبت اور حکمت معلوم کرنا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ماقبل و مابعد کے ربط اور تعلق کی وجہ سے جو جز جہاں چسپاں ہونا چاہیے اور اس کا جو ترتیبی مقام ہونا چاہیے وہ سمجھا جا سکتا۔[۱]

علم مناسبت، فاضل مصنف کے مطابق، جملوں کی ترتیبی عدم مناسبت کو واضح کر دیتا ہے اور یہی بلاغت کی روح ہے کہ معانی تقاضائے حال کے مطابق ہوں اور اسی پہلو سے کلام کی ترتیب ہو۔ یہ مناسبت بہتر اور خوبصورت اس طرح ہو سکتی ہے کہ جس سورہ کا نظم تلاش کرنا ہے اس کا مقصود و مطلب معلوم ہو۔ اس صورت میں مناسبت کا علم سورہ کے تمام جملوں سے مقصود کی معرفت بہم پہنچاتا ہے۔ اس علم کا تفسیر میں وہی مقام ہے جو علم بیان کا نحو میں ہے۔[۲]

فاضل مصنف نے علم مناسبت کی تاریخ بھی بیان کی ہے اور اس موضوع پر جن مصنفین نے اپنی کاوشیں پیش کی ہیں ان کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ''میں نے اس موضوع پر علامہ ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر ثقفی عاصمی اندلسی کی کتاب '**المعلم بالبرهان فی ترتیب سور القرآن**' کا مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں بس ایک سورہ کو دوسری سورہ کے بعد لانے کی مناسبت بیان ہوئی ہے، آیات کے درمیان ربط سے مصنف نے

تعرض نہیں کیا ہے۔ میں ہر سورہ کے شروع میں، آپ دیکھیں گے، اس مصنف کے الفاظ نقل کر دوں گا، اس کے بعد مجھے امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی مصری شافعی کی کتاب مل گئی جس کا نام انھوں نے 'البرہان فی علوم القرآن' رکھا ہے میں نے دیکھا کہ فاضل مصنف نے بھی میری کتاب کی طرح اس موضوع سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں وہ کہتے ہیں: یہ کتاب علم مناسبت پر مشتمل ہے۔ مفسّرین نے اس فن کی مشکلات کی وجہ سے اس پر کم توجہ دی ہے، البتہ امام فخرالدین رازی نے اس سے خاطر خواہ بحث کی ہے۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ قرآن کے اکثر لطائف نظم و ترتیب میں پوشیدہ ہیں۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے سراج المریدین میں لکھا ہے کہ ''قرآن کی آیات کے اس طرح باہم مربوط ہونے کا علم کہ وہ کلمۂ واحدہ کی طرح ہو جائیں، معانی میں وسعت پیدا ہو جائے، کلام مرتب و منظّم معلوم ہونے لگے، ایک مشکل اور دقیق علم ہے، لیکن یہ بڑا اہم ہے اور بجز ایک عالم کے کسی نے اسے ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کی۔ اس نے بھی سورہ بقرہ میں یہ نظم تلاش کیا۔ پھر اللہ نے یہ دروازہ ہم پر کھول دیا، لیکن جب ہم نے اس علم کے حاملین کو نہ دیکھا اور عوام الناس کو اس میں دلچسپی لیتے ہوئے محسوس نہ کیا تو ہم نے اسے پھیلانے کی کوشش نہ کی اور اس معاملہ کو اپنے اور خدا کے درمیان رہنے دیا اور اسی کے حوالہ کر دیا''۔ زرکشی نے سلطان العلماء شیخ عزّالدین بن عبدالسلام سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ''مناسبت ایک عمدہ علم ہے، لیکن حسنِ ربط کے لیے شرط ہے کہ کلام متحد ہو اور اس کا اوّل و آخر باہم مربوط ہو۔ اگر کلام کے مختلف اسباب ہوں تو اس میں ربط نہیں ہو سکتا۔ اور جو کوئی اس میں ربط پیدا کرے گا وہ زبردستی کا ربط ہوگا اور ایسا ربط سطحی اور رکیک

ہوگا، جس سے ہر اچھا کلام محفوظ رہتا ہے، چہ جائے کہ وہ کلام جو احسن ہو۔ قرآن بیس بائیس برس کے عرصہ میں مختلف احکام لے کر، جو مختلف وجوہ و اسباب کے تحت دیے گئے، نازل ہوا۔ جس کلام کی حالت یہ ہو وہ باہم دگر مربوط نہیں ہوسکتا''۔ امام زرکشی کہتے ہیں کہ: ہمارے بعض محقق مشائخ کا کہنا ہے کہ ''ان لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آیات کریمہ کے اندر تناسب مطلوب نہیں ہے، کیوں کہ وہ متفرق حالات کے لحاظ سے نازل ہوئی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کی آیات حالات و وقائع کے حساب سے نازل ہوئیں اور ان کی ترتیب میں گہری حکمت کارفرما ہے۔ اس کی تمام سورتیں مرتب و منظّم ہیں اور تمام آیات کی یہ ترتیب توقیفی ہے۔ قرآن کا اعجاز اس کے واضح و دل کش اسلوب اور رعنا نظم میں پوشیدہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہر آیت کے بارے میں یہ تحقیق کی جائے کہ وہ مستقل حیثیت رکھتی ہے یا ماقبل کا تکملہ ہے۔ اگر مستقل حیثیت کی مالک ہے تو پہلے کی آیت سے اس کی مناسبت کیا ہے۔ یہ ایک شاندار علم ہے''۔[۳]

امام بقاعی کہتے ہیں کہ ابن العربی نے سراج المریدین میں جس عالمِ نظمِ قرآن کا حوالہ دیا ہے وہ ولی اللہ محمد بن احمد ملّوی منفلوطی شافعی ہیں۔ شیخ نے یہ بات مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر میں کہی ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ ۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا۔ (انعام: ۱۶۵)

وَنُرِيْدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوا فِيْ الْأَرْضِ ۔ (قصص: ۵) اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے۔

فاضل مفسّر کہتے ہیں کہ امام شمس الدین محمود اصفہانی نے سورہ بقرہ آیت ۲۸۵ کی تفسیر میں امام رازی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص اس سورت کے نظامی لطائف اور

ترتیبی بدائع پر غور کرے گا اسے یہ یقین ہو جائے گا کہ جس طرح قرآن اپنے الفاظ کی فصاحت اور معانی کی پاکیزگی میں معجزہ ہے اسی طرح نظم و ترتیب میں بھی اعجازی شاہ کار ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قرآن اپنے اسلوب کی وجہ سے معجزہ ہے شاید ان کے پیش نظر یہی بات تھی، لیکن حیرت ہے کہ تمام مفسّرین نے ان لطائف کی طرف توجہ نہیں کی اور ان اسرار سے ناواقف رہے ہیں۔ اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

والنجم تستصغر الأبصار صورته

فالذنب للطرف لا للنجم في الصغر[۴]

(نگاہیں درخشاں ستارہ کو چھوٹا دیکھتی ہیں۔ اس میں قصور نگاہ کا ہے ستاروں کا نہیں)

امام بقاعی دوسرے مفسّرینِ نظم قرآن اور ماہرینِ مناسبت کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کتاب کی تفسیر میں پورے طور پر میں نے امام ربّانی ابوالحسن علی بن احمد بن حسین التجیبی الحرالی المغربی سے استفادہ کیا ہے۔ یہ شام کے ایک شہر حماۃ کے باشندے تھے۔ انھوں نے اپنی تصنیف کا نام **مفتاح الباب المقفّل لفهم القرآن المنزّل** رکھا ہے اور دوسری تصنیف عورۃ النفائس ہے جس میں مصنف نے '**سبعة احرف**' اور ان کی قرأتوں کی تفصیل لکھی ہے اور ان کی تصنیفات کتاب التوشیہ اور کتاب التوفیہ کی کچھ متعلق فصلوں سے بھی کسبِ فیض کیا ہے۔ میں نے اس کتاب کی تصنیف میں مناسب جگہوں پر اس کتاب کا متعدد بار حوالہ دیا ہے۔ سورہ انفال کی تفسیر لکھ رہا تھا کہ حرالی کی تفسیر کا ایک حصہ جو **إنّ اللّٰه اصطفٰی** (آل عمران-۳۳) سے شروع ہوتا ہے، میرے ہاتھ لگ گیا۔ میں نے اسے بے نظیر پایا۔ اس میں آیات کے اندر ربط و مناسبت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس میں سے جو نکات مجھے پسند آئے میں نے ان کا اس تصنیف میں تذکرہ کیا ہے، بقیہ نکات اللہ نے اپنی مدد سے مجھ پر منکشف کیے۔ جب میں سورہ کہف تک پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ ابن النقیب حنفی کی تفسیر، جو ساٹھ جلدوں میں ہے، آیات کی مناسبت اور ربط پر لکھی گئی ہے۔ میں نے اس کا ایک حصہ طلب کیا۔ میں نے دیکھا کہ مجمل آیات اور قصص پر اس میں گفتگو کی گئی ہے، تمام آیات کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ جو

شخص میری اس تصنیف کا مطالعہ کرے گا وہ دوسری تفاسیر سے علم مناسبت کے سلسلہ میں کافی فرق محسوس کرے گا۔۵؎

مصنف کو بار بار یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ علم مناسبت ایک رفیع القدر اور عظیم الشان علم ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ معانی میں رفعت و ندرت پیدا ہو، نظم و ترتیب میں انوکھا پن اور دل کشی ہو، اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہو اور کلام کی عمارت مستحکم بنیادوں پر استوار کی گئی ہو۔ تاہم مصنف کو یہ احساس ہے کہ یہ مشکل ترین علم ہے۔ یہ وہ بحر ذخّار ہے جس کے چند موتیوں کے حصول کے لیے مفسّرین کو بڑی زحمتیں اٹھانی پڑی ہیں۔ فاضل مفسر نے چند آیات کا حوالہ بھی دیا ہے جن کا ماقبل و مابعد سے ربط ڈھونڈھنا آسان نہ تھا۔ مثال کے طور پر چند آیات ملاحظہ ہوں:

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاء إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ۔ (بقرہ:۱۳۳)

مندرجہ بالا آیت اور اس سے ملحق آیت کی مناسبت کو مصنف نے کافی مشکل قرار دیا ہے۔ دوسری آیت سورہ نساء کی ہے:

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ أَجْراً عَظِيْماً۔ (النساء: ۹۵)

جب کہ اس سے معاً پہلے یہ آیت آچکی تھی:

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً۔ (النساء:۹۵)

یا مثلاً سورہ ہود کی مندرجہ ذیل آیت کے ربط میں مفسرین کافی سرگرداں اور حیران رہے ہیں:

فَلاَ تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰؤُلاءِ۔ (ہود:۱۰۹)

یا مندرجہ ذیل آیت کا ربط بھی کافی پریشان کن رہا:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ (بنی اسرائیل:۸۵)

سورہ سجدہ کی آیت نمبر ۱۱ قُلْ يَتَوَفّٰكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ اور سورہ یٰسٓ کی آیت نمبر ۳۱ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لاَ يَرْجِعُوْنَ بھی مشکل ترین مقامات میں سے ہیں جن کی مناسبت میں مفسرین نے عقل کے گھوڑے دوڑائے ہیں۔۶؎

فاضل مصنف کو بھی نظم قرآن کی وادی طے کرنے میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ بعض آیات تو ایسی ہیں جن کا ربط تلاش کرنے میں انھیں مہینوں غور وفکر کرنا پڑا۔ ان کا دعویٰ تو یہاں تک ہے کہ میں نے ان آیات پر جو کچھ لکھا ہے انھیں آپ اپنے مطالعہ میں نہ لائیں اور پھر خود ان کا ربط ڈھونڈھیں تو آپ کو صحیح اندازہ ہوگا کہ میری تحقیقات کی قدر و قیمت کیا ہے اور مجھے ان میں کتنی دشواریاں پیش آئی ہوں گی اور یہ کہ مجھ پر اللہ کا خاص کرم اور اس کی عنایت کس طرح نازل ہوئی کہ میں ان کی مناسبت کو واضح کرسکا۔ وہ آیات یہ ہیں: ۷

وَ إِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ ۔(آل عمران:۱۲۱)

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ۔(النساء:۱۲۷)

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلاَلَةِ۔(النساء:۱۷۶)

علم مناسبت کے فائدے

علمِ مناسبت کے فوائد گناتے ہوئے مصنف نے مندرجہ ذیل نکات پر خصوصی توجہ دی ہے:

۱- اس علم سے غور وفکر کی راہیں کھلتی ہیں اور صاحب تفسیر قرآن کے اس ارشاد پر عمل کرنے کی سعادت پاتا ہے:

أَفَلا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔(محمد:۲۴)

اور جب اسے کچھ موتی ہاتھ آجاتے ہیں تو اس کا سر عجز وتشکر کے جذبہ سے بارگاہ الٰہی میں جھک جاتا ہے اور وہ پکار اٹھتا ہے:

رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً۔(آل عمران:۸)

پروردگار، جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگاچکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو اور ہمیں اپنے خزانۂ فیض سے رحمت عطا کر۔ ۸

۲- اس علم سے دل میں ایمان راسخ ہوتا ہے اور دماغ میں یہ حقیقت جاگزیں ہوتی ہے کہ اعجاز کے دو طریقے ہیں: پہلا یہ کہ ہر جملہ ترکیب کے اعتبار سے نظم میں پروجائے اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے ساتھ والے جملہ سے ترتیب کے اعتبار سے مربوط ہوجائے۔ پہلا طریقہ زیادہ سہل الحصول اور اقرب الیٰ الفہم ہے، کیوں کہ جو شخص بھی قرآن کو سنے گا اس کے معانی سے لطف اندوز ہوگا اور اس کی سماعت کو فرحت اور نشاط حاصل ہوگا اور جس قدر وہ معنیٰ پر غور کرے گا اس کا اعجاز نمایاں ہوتا جائے گا۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر جب وہ ایک جملہ کو دوسرے سے مربوط کرنا چاہے گا اور یہ علم اس پر پوشیدہ رہے گا تو وہ الجھن میں پڑ جائے گا۔ اسے احساس ہوگا کہ جملے متضاد معانی رکھتے ہیں اور ان کے مقاصد میں فرق ہے۔ یہیں سے اسے کوفت اور دلی کرب کا احساس ہوگا اور جو نشاط اور کیف و مستی پہلے مرحلہ میں اسے حاصل ہوئی تھی وہ حیرانی و پریشانی میں تبدیل ہوجائے گی۔ اس کا ایمان متزلزل ہونے لگے گا اور اس کے یقین کو دھچکا لگے گا۔ لیکن اگر وہ غور و تدبر کو جاری رکھے اور توفیق خداوندی کی دعا کرتا رہے تو جلد ہی یہ زحمت ختم ہوجائے گی اور ربط و نظام کے اسرار و دقائق اس پر واضح ہونے لگیں گے۔[۹]

۳- اس علم سے یہ نکتہ بھی ہاتھ لگے کہ قرآن میں قصّے اور کہانیاں تکرار کے ساتھ کیوں بیان ہوئی ہیں۔ یہ گرہ بھی کھلے گی کہ کسی قصّہ میں اگر تکرار ہے تو اس کی ایک حکمت ہے۔ ایک ہی قصّہ مختلف اسباب و مقاصد کے تحت مختلف جگہوں پر بیان ہوا ہے اور وہاں قصہ کا وہی پہلو تفصیل سے بیان ہوا ہے جس سے مضمونِ سورہ کا خاص تعلق ہے۔ مقاصد کے تنوع کی وجہ سے ہر سورہ میں وہی قصّہ بیان کرنے کے لیے الفاظ مختلف و متنوع استعمال ہوئے ہیں، کہیں تقدیم ہے کہیں تاخیر، کہیں قصّہ مختصر ہے کہیں طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ ان سارے اسالیب کو اپنانے کے باوجود وہ اصل مقصد فوت نہیں ہوا ہے جس کے لیے وہ قصّہ بیان ہوا ہے۔ یہ روابط جتنے مبہم اور مخفی تھے اس علم کے بعد وہ اتنے ہی واضح اور منکشف ہوجائیں گے۔[۱۰]

۴- اس علم کا ایک فائدہ یہ ہے کہ پورا قرآن شروع سے آخر تک مربوط ہوجاتا

ہے چنانچہ جو لوگ اس علم سے مالا مال ہوئے ہیں انھیں یہ نکتہ ہاتھ لگا کہ سورۃ الناس جو قرآن کی آخری سورہ ہے، سورہ فاتحہ سے مربوط اور ہم آہنگ ہے۔ مصنف کے بقول، یہ حقیقت اس شخص پر واضح ہوگی جو ان کی تصنیف نظم الدّرر کا مطالعہ کرے گا۔[۱۱]

علم مناسبت کے بعض اصول

۱- پورے قرآن کی تمام آیات میں مناسبت معلوم کرنے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ پہلے وہ مقصد اور خاص مضمون تلاش کیا جائے جس کے لیے سورہ نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس مقصد کے لیے ضروری مقدّمات اور کلیات کی جستجو کی جائے اور وہ مقدّمات اصل مضمون سے کس قدر قریب یا دور واقع ہوئے ہیں اس پر بھی دھیان دیا جائے۔ احکام و ہدایات کی تعلیم کے ضمن میں لوازم اور ناگزیر مسائل بھی زیر بحث آتے ہیں جو بلاغت کا تقاضا ہوتے ہیں۔ اگر یہ اصول ذہن میں رہے تو قرآن کے تمام اجزاء میں ربط آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔[۱۲]

۲- ہر سورہ کا نام اس کے اصل مضمون کا ترجمان ہوتا ہے، کیوں کہ ہر چیز کے نام اور اس کے مسمّٰی میں جو مناسبت ہوتی ہے وہ اجمالی یا تفصیلی طور سے اصل مقصود کی طرف ضرور اشارہ کرتی ہے۔ ہر سورہ کا مقصود ذہن نشین رکھا جائے اور اس کے اور سورہ کے نام کے درمیان تطبیق پیدا کی جائے۔ ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح مصنف نے سورہ کے مقصود کے مطابق کی ہے۔[۱۳]

۳- ہر آیت اپنے ماقبل اور مابعد والی آیت سے مناسبت رکھتی ہے، لیکن یہ مناسبت بڑی تحقیق اور غائر تدبر چاہتی ہے۔ سرسری مطالعہ مناسبت اور نظم کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔

۴- ہر سورہ اپنے ماقبل اور مابعد کی سورہ سے متعلق ہوتی ہے۔ سورۂ فاتحہ کا سورۂ بقرہ سے خاص تعلق ہے اور سورۃ الناس، جو قرآن کی آخری سورہ ہے، وہ بھی سورۂ فاتحہ سے مربوط ہے۔ اس طرح پورا قرآن ایک نظم اور مناسبت کے تحت ہے۔

۵- جس طرح سورۂ فاتحہ پورے قرآن کے مضامین کے خلاصے پر مشتمل ہے اسی طرح ہر سورہ کا ایک جامع عنوان ہوتا ہے جو اس سورہ کی تمام آیات کا احاطہ کرتا ہے اور ایک خاتمہ بھی ہوتا ہے جو اس سورہ کے عنوان سے مربوط اور ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اسی لیے بسا اوقات متعدد سورتوں کے مضامین ایک سورہ میں پائے جاتے ہیں۔[۱۴]

ان اصولوں کے بعد دیکھیے کہ علامہ بقاعی نے انھیں کس طرح اپنی تفسیر میں ملحوظ رکھا ہے۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے درمیان ربط دکھاتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس کے مختلف بندے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی دعا کر رہے ہیں اور ہلاکت شدگان کے راستے سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں ہی اس نے بتا دیا کہ جس ہدایت کی طلب کی جارہی ہے وہ اس کتاب میں موجود ہے۔ اس کے بعد ہدایت سے ہم کنار افراد کی صفات بتائی گئیں، تاکہ ان سے متصف ہونے پر آمادگی پیدا ہو اور اس کے بعد ہدایت سے محروم لوگوں کی صفات کا تذکرہ کیا، تاکہ ان سے اجتناب کیا جائے۔ موجودہ ترتیب میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ کو رکھنے میں سب سے بڑی حکمت یہی تھی، کیوں کہ سورۂ بقرہ کتاب الٰہی کے سلسلہ میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کو رفع کرنے کے لیے اور اس کے ہادیانہ پہلو کو واضح کرنے کے لیے نازل کی گئی ہے۔[۱۵]

ایک دوسری جگہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے درمیان مناسبت ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ میں تین قسم کے طبقات کا ذکر ہے: ہدایت یاب (اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ) دشمن جو عناد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہیں (المَغضُوبِ عَلَيهِمْ) اور گم راہ (ضَالِّينَ)۔ سورۂ بقرہ کے آغاز میں بھی تین طبقات مذکور ہیں: ایک طبقہ مُتَّقِينَ کا ہے (هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ. الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ) دوسرا طبقہ کھلّم کھلاّ کفر کا ارتکاب کرنے والوں کا ہے۔ یہی لوگ دراصل معاند ہیں (إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ) (بقرہ:٦) تیسرا گروپ منافقین کا ہے جنہیں سورۂ فاتحہ میں ضالّین کہا گیا

ہے ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ (بقرہ: ۸) سورہ فاتحہ میں ان تینوں طبقوں کا تذکرہ اجمالی انداز میں ہوا تھا، سورۂ بقرہ میں اس کی تفصیل ہوگئی ہے اجمال کے بعد تفصیل قرآن کا ایک اہم اور انوکھا اسلوب ہے۔ ۱۶

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے درمیان مناسبت

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے درمیان کیا مناسبت ہے اور ان دونوں کے درمیان مشترک امور کیا ہیں؟ فاضل مصنف نے اس موضوع پر استاذ حرالی کے حوالہ سے تفصیل سے گفتگو کی ہے ۔ پھر لکھا ہے:

''اس نظام میں کوہانی سورہ (بقرہ) کو پہلے رکھنے کا راز یہ ہے کہ جب عوام الناس کی تقسیم کرتے وقت اللہ نے ان لوگوں کے تذکرہ سے سورہ کا آغاز کیا جو دین کے لیے کوہان کی مانند ہیں تو یہ نظام استوار ہوگیا اور مومنین کے ذکر سے مقصود ذہنوں سے قریب تر ہوگیا، چنانچہ فوراً ہی فرمایا: يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ ۔ یہ تقریر جاری رہی، تا آں کہ بات پوری طرح واضح ہوگئی۔ پھر ان مومنین پر احسانات کا تذکرہ شروع ہوا اور ان کے باوا آدم کا مخصوص طور سے ذکر ہوا، اس کے بعد بنی اسرائیل کے مقابلہ میں عربوں پر جو احسانات کیے گئے ان کا ذکر ہوا۔ قرآن بڑی صراحت سے ربوبیت، توحید اور عبادت کا ذکر کرتا ہے، جس سے بنو اسرائیل نکل بھاگے۔ اس تذکرہ کا مقصد عربوں پر خدائی احسانات کو گنانا اور انھیں نظر انداز کرنے کی پاداش میں یہودیوں کی رسوائی اور ذلت کی صراحت کرنا ہے، لیکن یہ مقصود بالذات نہیں، بلکہ ضمنی طور پر سیاق کلام کے تحت مذکور ہوا ہے۔ جب عربوں نے تزکیہ کا مقام حاصل کرلیا اور وہ مختلف انواع کے علوم و معارف کے اہل ہوگئے تو ربوبیت سے آگے بڑھ کر الوہیت کی طرف انھیں دعوت دی گئی (وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ) جب وہ اس شرف سے بلندی پر پہنچ گئے تو انھیں عبادات کی تلقین کی اور اصولی و فروعی احکام و اعمال کے تذکرہ سے ان کی ارواح کی تطہیر کا سامان کیا، پھر اس کے بہت سے لوازم اکل و شرب اور نکاح و طلاق کے حدود و آداب

بیان ہوئے۔ جب وہ ان آداب سے متصف ہو گئے اور انھیں احساس ہو گیا کہ یہ تمام نعمتیں خدائے ذوالجلال کا عطیہ ہیں تو انھیں اسمائے حسنیٰ سے آشنا کرایا گیا (اَللّٰهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لاَ تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلاَ نَوْمٌ) جب بندہ حرّیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گیا تو قوم کی طرف واپسی کے وقت اس کی گردن میں عبودیت کا حلقہ رہنا ضروری تھا، چنانچہ بعض مناسب حال اعمال کا تذکرہ ہوا اور اکثر ان مقامات کی نشان دہی کی گئی جو احسان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر نفقہ کا تذکرہ ہوا جو سورت کی ایک اہم بنیاد ہے اور اس سے پہلے طمانینت کی بحث ہوئی تھی، جس سے اس حقیقت کی وضاحت مقصود تھی کہ مقصد تک پہنچنے کی خواہش دنیاداری سے اجتناب کیے بغیر لاحاصل ہے، پاکیزہ رزق کے حصول پر بہت زور دیا جس کے بغیر آدمی باقی نہیں رہ سکتا، سود سے سختی سے روکا جس سے مقصود قناعت و کفاف کی زندگی بسر کرنے کی تاکید ہے، دین کے ضروری آداب، اعتماد رب اور توکل الٰہی جیسی صفات پیدا کرنے کی تلقین کی۔ قرآن نے اس سورہ کے خاتمہ پر بھی متاع دنیا کے پھندوں سے ہوشیار کیا اور ایمان و عمل کے ہتھیاروں سے مسلّح رہنے کا حکم دیا، نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ (اصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ) جہاد کے بغیر یہ مسائل حل نہ ہوں گے، گمراہوں اور دین دشمنوں سے مبارزت اور قتال اس راہ کا ضروری توشہ ہے۔[۱۷]

علّامہ بقاعی نے کس خوب صورتی سے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کا اندرونی نظم بیان کر دیا ہے اور ان دونوں کے باہمی ربط و مناسبت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ طرز بیان پر اگرچہ منطقی و استدلالی رنگ غالب ہے اور اصطلاحات بھی مصنف کی خود ساختہ ہیں، مگر سیاق کلام سے ان کا مفہوم آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ چوں کہ یہ ایک نئے فن یا علم سے بحث کرتی ہے اس لیے مباحث کچھ دقیق ہو گئے ہیں۔

آیت آل عمران کا ربط

بہتر ہوگا کہ ان آیات کا ربط بھی دیکھ لیا جائے جو فاضل مصنف پر مہینوں کے

توقف کے بعد منکشف ہوئے، جنھیں انھوں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ ان میں سے پہلی آیت آل عمران کی ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّءُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (آل عمران:۱۲۱)

اے نبیؐ، مسلمانوں کے سامنے اس موقع کا ذکر کرو) جب تم صبح سویرے اپنے گھر سے نکلے تھے اور مسلمانوں کو جنگ کے لیے جا بہ جا مامور کر رہے تھے۔ اللہ ساری باتیں سنتا ہے اور وہ نہایت باخبر ہے۔

اس آیت سے پہلے دشمنانِ دین کی یہ صورت حال بیان ہوئی تھی:

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُواْ بِهَا وَإِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ لاَ يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ۔ (آل عمران:۱۲۰)

تمھارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں، مگر ان کی کوئی تدبیر تمھارے خلاف کامیاب نہیں ہوسکتی بشرطے کہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔

بہ ظاہر آخر الذکر آیت اوپر کی آیت سے کوئی ربط اور مناسبت نہیں رکھتی۔ لیکن مصنف نے اسے کس طرح مربوط کر دیا ہے، ملاحظہ ہو: ”قرآن نے پہلے منافقین کی خصلت بیان کر دی کہ یہ ہمیشہ نبی ﷺ اور اصحاب نبیؐ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مشغول رہتے ہیں، اگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہو تو انھیں دلی تکلیف ہوتی ہے، کیوں کہ انھوں نے اپنا مستقبل کفار کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے اور جب مسلمانوں کو کوئی چوٹ پہنچتی ہے تو یہ فرحت سے کھل اٹھتے ہیں۔ منافقین کی اس حالت کا مشاہدہ صحابہ کئی مرتبہ کر چکے تھے۔ یہاں نبی کو خطاب کر کے سابق آیت کے لیے دلیل فراہم کی جارہی ہے کہ ماضی کی تاریخ اٹھا کر دیکھو، جب تم نے میدان جنگ میں صبر وثبات کا مظاہرہ کیا اور تقویٰ کی روش پر قائم رہے اور اس کے نتیجہ میں فتح ونصرت سے ہم کنار ہوئے تو انھیں

بڑی تکلیف ہوئی، جیسا کہ سریہ عبداللہ بن جحش میں ہوا، پھر بدر کے فیصلہ کن معرکہ میں یہی صورت پیش آئی اورغزوہ بنوقینقاع وغیرہ میں بھی تمہاری فتوحات نے انھیں مغموم اور رنجیدہ بنائے رکھا۔ اوراے نبیؐ، اس صورت حال کو بھی یاد کرو جب تمھارے اصحاب ثابت قدم نہ رہ سکے اوراس کی وجہ سے انھیں ہزیمت اٹھانی پڑی تو جنگ احد میں ان منافقین کی باچھیں کھل گئیں اور مسلمانوں کی شکست پران کے گھروں میں گھی کے چراغ جلائے گئے‘‘۔[۱۸]

آیتِ نساء کا ربط

دوسری مشکل آیت سورۂ نساء کی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَیَسْتَفْتُونَکَ فِیْ النِّسَاء قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْھِنَّ وَمَا یُتْلیٰ عَلَیْکُمْ فِیْ الْکِتٰبِ فِیْ یَتَامَی النِّسَاء الّٰلاتِیْ لاَتُؤْتُونَھُنَّ مَا کُتِبَ لَھُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَن تَنکِحُوھُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ

وَأَن تَقُومُواْ لِلْیَتٰمیٰ بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَیْرٍ فَإِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِہِ عَلِیْماً۔ (النساء:۱۲۷)

لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہواللہ تمھیں ان کے بارے میں بتاتا ہے اور ساتھ ہی وہ احکام بھی یاد دلاتا ہے جو پہلے سے تم کواس کتاب میں سنائے جارہے ہیں، یعنی وہ احکام جوان یتیم لڑکیوں کے متعلق ہیں جن کے حق تم ادانہیں کرتے اور جن کے نکاح تم کرنے سے باز رہتے ہو (یالالچ کی بنا پر تم خود ہی ان سے نکاح کرلینا چاہتے ہو) اور وہ احکام جو ان بچوں کے متعلق ہیں جو بے چارے کوئی زور نہیں رکھتے۔ اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہواور جو بھلائی تم کروگے وہ اللہ کے علم سے چھپی نہ رہ جائے گی۔

اس آیت کا ربط واضح کرتے ہوئے فاضل مصنف کہتے ہیں کہ ’’اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کتاب میں یہ ترتیب قائم کی ہے کہ وہ پہلے اصولی وفروعی احکام نازل کرتا ہے، پھر وعدو وعید اور ترغیب وترہیب کے ذریعہ ان کی تفصیل بیان کرتا ہے اور اپنے

جبروت و کبریاء کے دلائل اور انعام و اکرام کے تذکرے کے ذریعہ ان میں نظم قائم کرتا ہے، پھر انوکھے انداز میں احکام کی تجدید و وضاحت کرتا ہے، کیوں کہ اس انداز میں مدّعا پیش کرنے سے اس کی مقبولیت بڑھ جاتی ہے اور نظم و ربط سے دل بھی جلد اثر قبول کرتے ہیں، اس لیے کہ تکلیف دہ اور مشکل اعمال کی انجام دہی کے لیے انسان اسی وقت تیار ہوتا ہے جب ان کے ساتھ جزا کی بشارت اور عذاب کا خوف بھی موجود ہو اور یہ اسی وقت موثر ہوتا ہے جب بات کہنے والا قطعی انداز میں گفتگو کرے اور ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف اس طرح منتقل ہو کہ تمام پہلوؤں میں غایت درجہ کی مناسبت موجود ہو اور لفظی و معنوی ربط برقرار رہے۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے احکامِ عدل بیان کیے ہیں جن کا آغاز نکاح و وراثت کے قوانین سے ہوا ہے، یہاں تک کہ خدائے ذوالجلال کی عظمت اور اسلام کا کمال پوری طرح سامنے آ گیا اور دلائل و براہین سے بات واضح ہوگئی۔ اس سورہ کا ایک اہم مضمون یتیموں اور دوسرے کم زور طبقات کے لیے وراثت کے عادلانہ و منصفانہ قوانین بیان کرنا تھا، چنانچہ ایک ایک کرکے یہ ہدایات نازل ہوئیں تا کہ بلاغت کا اسلوب تاثیر میں اضافہ کردے۔ اسی سیاق میں قرآن کی مندرجہ بالا آیت بھی نازل ہوئی'۔[19]

آیتِ کلالہ کا ربط

مصنف کی نقل کردہ ایک مشکل آیت یہ ہے:

یَسۡتَفۡتُونَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیکُمۡ فِی الۡکَلٰلَةِ إِنِ امۡرُؤٌ هَلَکَ لَیۡسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَکَ وَهُوَ یَرِثُهَا إِن لَّمۡ یَکُن لَّهَا وَلَدٌ فَإِن کَانَتَا اثۡنَتَیۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ وَإِن کَانُوٓا إِخۡوَةً رِّجَالاً وَنِسَاءً فَلِلذَّکَرِ مِثۡلُ

اے نبیؐ، لوگ تم سے کلالہ کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو اللہ تمھیں بتاتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حق دار ہوں گی اور

حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّواْ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (النساء:۱۷۶)

اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا۔ اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تا کہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اس آیت سے پہلے مندرجہ ذیل آیت ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ بِاللّهِ وَاعْتَصَمُواْ بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً۔ (النساء:۱۷۵)

اب جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈھ لیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔

مصنف کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں قرآن نے انسانوں کے اس گروہ کا تذکرہ کیا ہے جو اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے اور فرائض وغیرہ کے تمام احکام کو خوش دلی سے تسلیم کرتا ہے، خواہ وہ ان کی پسند کے مطابق ہوں یا مرضی کے خلاف ہوں۔ یہاں ایک طرف ان منافقین پر چوٹ کی گئی ہے جنھوں نے غیروں سے اپنا دامنِ امید وابستہ کر رکھا ہے اور دوسری طرف ان کافروں کو تہدید بھی ہے جو بعض احکام کو صحیح سمجھتے اور بعض کا انکار کر بیٹھتے ہیں، لیکن صراحت سے ایک ہی گروہ کا تذکرہ ہے۔ دوسرے گروہ کا جو استکبار وعناد سے مسلح اور دشمنی پر آمادہ ہے، اس کا تذکرہ نہیں کیا، اس کی جگہ فرائض کا ایک حکم بیان کر دیا جس سے سورہ کا آغاز ہوا تھا اور جو اس سورہ کا خاص مضمون ہے''۔[۲۰]

آگے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فاضل مفسّر کہتے ہیں کہ ''اس سے گویا اس امر کی جانب اشارہ کرنا ہے کہ جو شخص عورتوں اور بچوں کو وراثت میں حق دار نہیں بناتا ہے وہ درحقیقت اللہ کی عبادت سے روگردانی کرتا اور استکبار کا مظاہرہ کرتا ہے، خواہ اس حکم کے سوا وہ تمام احکام پر عمل کرتا ہو۔ جو شخص اللہ کے کسی حکم کا انکار کرے وہ صحیح معنوں میں کافر ہے، جیسے ایک شخص تمام انبیاء پر ایمان رکھے، لیکن کسی ایک نبی پر ایمان نہ لائے

تو وہ کافر ٹھہرتا ہے۔ اور اہل کتاب کے شیاطین جو اِن احکام کی صحت سے واقف مگر تمہارے خلاف حسد میں مبتلا اور تمھیں گمراہ دیکھنے کے خواہش مند ہیں، یہی چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی سیاہ بختی میں حصہ دار بن جاؤ۔ اسی لیے میراث اور نکاح کا تذکرہ کرنے کے بعد قرآن نے کہا کہ:

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ۔ (النساء:۲۶)

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان طریقوں کو واضح کرے اور انہی طریقوں پر تمھیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء کرتے تھے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوٰتِ أَن تَمِيلُواْ مَيْلاً عَظِيماً۔ (النساء:۲۷)

اور جو لوگ اپنی خواہش نفس کی پیروی کررہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ۔

پھر یہ بھی صراحت کردی ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُواْ نَصِيباً مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُونَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّواْ السَّبِيلَ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ۔ (النساء:۴۴)

تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جنھیں کتاب کے علم کا کچھ حصہ دیا گیا ہے؟ وہ خود ضلالت کے خریدار بنے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ گم کردو۔

اسی لیے اس آیت پر یہ سورہ ختم ہوئی''۔ ۲۱

آگے مصنف مزید وضاحت کرتے ہیں کہ ''فرائض کی اہمیت اور اس پر خدائی توجہ کی شدت اور زور دکھانے کے لیے سورہ کی ابتدا میں بھی ان کی توضیح ہوئی، درمیان میں بھی ان کا بیان ہوا اور اس کا خاتمہ بھی اسی پر ہوا۔ مسلمانوں کو یہ دھمکی بھی دی گئی کہ مبادا ان کی صورت حال منافقین جیسی ہوجائے جن کو اہل کتاب نے گمراہ کردیا اور جن کے دلوں میں شکوک وشبہات کے تخم بودیے، انھیں ہوشیار کیا گیا کہ بعض احکام پر ایمان

اور بعض احکام کا انکار انھیں کامل کفر تک نہ پہنچادے، کیوں کہ دین کے حصے بخرے نہیں ہوسکتے۔ جس نے بعض کا انکار کیا اس نے تمام کا انکار کیا۔ یہیں سورہ کے آخری حصہ کی مناسبت سورہ کے آغاز سے سمجھ میں آتی ہے، کیوں کہ سورہ کے آغاز میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ تمام انسان نفسِ واحد کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں تفریق نہ کی جائے، سوائے ان معاملات میں جن کی وضاحت اللہ نے کردی ہے اور سورہ کا آخری حصّہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کررہاہے کہ مطلق وراثت میں رشتہ کی قربت کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں تفریق نہ ہو، بلکہ مساوات ہو، گرچہ حصے مختلف ہوں۔ گویا سورہ کا آغاز اور اختتام دونوں مل کر یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا ہے، اس سے تمہارے جوڑے بنائے اور مردوں اور عورتوں کی کثیر تعداد پھیلادی ہے اوران کے درمیان اپنی مشیت کے تحت برابر کے احکام جاری کیے۔ اب اگر کوئی استکبار کرتا ہے، خواہ وہ کسی ایک حکمِ خداوندی ہی کا انکار کرے تو قیامت کے دن خدااس کواس کی سزادے گا اوراسے اللہ کے سوا کہیں سے کوئی پناہ نہ ملے گی اوراس سے بندوں کی کوئی حالت مخفی نہیں ہے''۔ کتنی زبردست مناسبت ہے کہ اختتام سورہ کی آیت میں خدا کے علم محیط کا تذکرہ ہے اور آغاز سورہ کی آیت میں خدا کا کمال قدرت مذکور ہے۔ گویا آخری آیت پہلی آیت پر دلیل ہے، کیوں کہ علمِ محیط کمالِ قدرت کولازم ہے''۔[۲۲]

تفسیر کا تجزیہ

تفسیر نظم الدّرر کا یہ مختصر مطالعہ بتاتا ہے کہ علامہ بقاعی کے دورتک فکرِ نظم قرآن نے جو منزلیں طے کی تھیں انھوں نے ان سے آگے کی چند مزید منازل سرکیں، نظم قرآن کے چند مزید نقوش اجاگر کیے، اصول وضوابط کی تعیین کے ساتھ ان کے عملی انطباق میں مزید قرآن فہمی، تدبرو تفکراور علمی رسائی کا ثبوت فراہم کیا۔ اس تفسیر کا اگر شیخ مخدوم علی مہائمی کی تفسیر سے موازنہ کیا جائے تو بڑے دلچسپ نکات پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس لحاظ

سے دونوں فضلاء میں مشابہت پائی جاتی ہے کہ دونوں ایک ہی فکر کے علم بردار اور ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔ دونوں نے علم مناسبت کی اہمیت کو محسوس کیا اور اسی علم کی روشنی میں پورے قرآن کی تفسیر کی۔ آیات قرآنی میں ربط و مناسبت تلاش کرنے کی کوشش نے انھیں ایک صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ ایک نے دمشق اور قاہرہ کی سرزمین کو اپنی علمی تحقیقات کا مرکز بنایا اور دوسرے نے ہند کی سرزمین کو۔ لیکن دونوں میں اس لحاظ سے امتیاز پایا جاتا ہے کہ علامہ بقاعی نے شیخ مہائمی کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر منزلِ مقصود کے چند مزید نشانات کو دریافت کیا۔

شیخ مخدوم علی مہائمی تصوف و طریقت کی دنیا کے بادشاہ تھے۔ انھوں نے سلوک کی منزلیں طے کیں اور خلق خدا کی ہدایت و رہ نمائی کا فریضہ انجام دیا۔ یہ متصوفانہ رنگ ان کی تحریروں میں صاف جھلکتا ہے۔ تفسیر مہائمی علم طریقت کی گتھیوں کو سلجھاتی ہے۔ طرز بیان متصوفانہ اور فلسفیانہ ہے، جو عام آدمی کے مذاق و مزاج سے میل نہیں کھاتا، جب کہ علاّمہ برہان الدین بقاعی کی تفسیر پر علم شریعت کا رنگ حاوی ہے۔ وہ شافعی المسلک اور بدعت و تصوف کے مخالف تھے، سماع و غنا کی تردید میں کتابیں تصنیف کی تھیں اور ابن العربی اور ابن الفارض کے گمراہ کن افکار کا محاسبہ کر چکے تھے، چنانچہ نظم الدُّرر میں یہ شرعی گرفت موجود ہے اور موقع و محل کی مناسبت سے ان غیر اسلامی افکار و نظریات پر تنقید بھی۔ یہی وجہ ہے کہ معاصرین نے انھیں معاف نہ کیا، علماء نے ان سے بے زاری ظاہر کی اور شاید ان کے اس 'جرم' کو آج تک قابل عفو نہیں سمجھا گیا، جس کی وجہ سے تفسیری ذخیرہ میں ان کی قابل قدر اور گراں مایہ تفسیر کو بالعموم جگہ نہیں دی گئی۔

شیخ مہائمی نے ربط آیات کا اہتمام کیا تھا اور ان کی مناسبتوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ علامہ بقاعی نے اس سے آگے بڑھ کر ان اصولوں کو بیان بھی کیا اور عملی طور پر اپنی تفسیر میں ان کا انطباق بھی کیا کہ ہر سورہ کا ایک خاص مضمون ہوتا ہے جو پوری سورہ میں نمایاں اور واضح ہوتا ہے۔ سورہ کے نام اور اس کے مضمون میں خاص تعلق ہوتا

ہے۔ ہرسورہ کا نام اس کے مضمون سے مربوط اور ہم آہنگ ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ ہرسورہ میں ایک جامع عنوان ہوتا ہے جس کے گرد پوری سورہ کے مضامین ہوتے ہیں اور ہرسورہ میں ایک خاتمہ بھی ہوتا ہے جو اس جامع عنوان سے مربوط ہوتا ہے۔ اس طرح خاص مضمون، جامعہ اور خاتمہ مل کر پوری سورہ کو مربوط اور منظّم کردیتے ہیں۔ شیخ مہائمی نے آیات کے درمیان ربط قائم کیا اور بقاعی نے آیات کے ساتھ سورتوں کے درمیان مناسبت کو بھی تلاش کیا۔ ہرسورہ اپنے ماقبل اور مابعد سورہ سے کیا مناسبت رکھتی ہے اور ان دونوں میں کیا خاص تعلق ہے، اس پر بھی فاضل مصنف نے دادِ تحقیق دی اور عجیب و غریب نکتے بیان کیے، جنھیں پڑھ کر قرآن کا معجزانہ پہلو مزید واضح ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ مصنف نے قرآن کی پہلی سورہ کو آخری سورہ سے مربوط کیا اور ہرسورہ کے آغاز کو اس کے اختتام سے اس طرح مربوط کردیا کہ سورہ کا خاص مضمون بھی نگاہوں میں رہا اور اعلیٰ درجہ کا ربط و مناسبت بھی قائم ہوگیا۔

دونوں مفسّرین نے ایک حیرت انگیز اور دلچسپ تحقیق یہ پیش کی کہ ہرسورہ میں بسم اللہ کی توضیح ان الفاظ میں کی جو سورہ کے خاص مضمون سے مربوط ہوگئے اور ان میں کہیں تکرار اور بے جا طوالت کا شائبہ نہیں ہوتا۔ نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مفسّر نے زبردستی ندرت وغرابت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ دراصل ان دونوں مصنفین کی ادبی صلاحیت اور قرآنی علوم پر تبحّر کی دلیل ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ بقاعی، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، ص ۵

۲۔ حوالہ بالا، ص۶

۳۔ حوالہ بالا، ص۶-۸

۴۔ حوالہ بالا، ص۹

۵۔ حوالہ بالا، ص۹-۱۰

۶ حوالہ بالا، ص۱۳-۱۴
۷ حوالہ بالا، ص۱۵
۸ حوالہ بالا، ص۱۴
۹ حوالہ بالا، ص۱۳
۱۰ حوالہ بالا، ص۱۴
۱۱ حوالہ بالا، ص۱۵-۱۶
۱۲ حوالہ بالا، ص۱۸
۱۳ حوالہ بالا، ص۱۸-۱۹
۱۴ حوالہ بالا، ص۱۳۷
۱۵ حوالہ بالا، ص۷۷
۱۶ حوالہ بالا، ص۱۰۲
۱۷ حوالہ بالا، ص۱۹۲-۱۹۴
۱۸ حوالہ بالا، ص۴۱-۴۲۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے ورنہ اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین نے جو دور از کار نکتے نکالے ہیں اور سیاق سے مربوط کرنے میں انھیں جن زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، اگر انھیں یکجا کر دیا جائے تو علاّمہ بقاعیؒ کے ان نکات کی معنویت زیادہ نمایاں ہو سکے گی۔ تفصیل کے لیے امام رازیؒ، قاضی بیضاویؒ اور علامہ ابن کثیرؒ کی تفسیروں کے متعلقہ صفحات دیکھے جا سکتے ہیں۔
۱۹ بقاعی، نظم الدرر، الجزء الرابع، حوالہ بالا ص۴۱۵-۴۱۶
۲۰ حوالہ بالا، ص۵۲۸
۲۱ حوالہ بالا، ص۵۳۱
۲۲ حوالہ بالا، ص۵۳۲-۵۳۳

☆☆☆

پاکستان میں

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے لیے رابطہ کریں:

جناب سجاد الٰہی صاحب، 27-A، لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور

Tel: 0300-4682752, (R)5863609, (0)7280916

Email: Sammaradnan<talluadnan@yahoo.com>

ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی کی
چند اردو مطبوعات

	کتاب	مصنف	صفحات	قیمت
۱	معرکۂ اسلام و جاہلیت	مولانا صدرالدین اصلاحی	۱۳۷	۹۰
۲	مذہب کا اسلامی تصور	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۵۹۱	۱۰۰
۳	مشترکہ خاندانی نظام اور نظریہ اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۰۲	۴۰
۴	وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۹۲	۴۰
۵	آزادیٔ فکر ونظر اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۲۸	۴۰
۶	قرآن، اہلِ کتاب اور مسلمان	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۹۶	۷۰
۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۰۰	۵۰
۸	اہلِ مذاہب کو قرآن کی دعوت	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۸۴	۴۵
۹	کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی		
۱۰	جرائم اور اسلام	مولانا محمد جرجیس کریمی	۲۲۴	۵۰
۱۱	مسلمانوں کی حقیقی تصویر	مولانا محمد جرجیس کریمی	۱۶۴	۵۵
۱۲	عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت	پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی	۱۳۶	۳۰
۱۳	شیئر بازار میں سرمایہ کاری	ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی	۱۵۶	۴۵

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر-۹۳، علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵